اپنی موجودہ اور آئندہ نسلوں کی حفاظت اور بقاء کے لئے پہلے اپنے آپ کو اسلامی اخلاق سے مزین کرنا ضروری ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۶/ جون ۱۹۸۹ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا:۔

سورۂ رحمٰن میں ایسے دو سمندروں کا ذکر ملتا ہے جن کے درمیان ایک ایسی برزخ ہے جس نے ان دونوں کو جدا کر رکھا ہے لیکن جن کے متعلق قرآن کریم نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ وہ ایک دن آپس میں ملنے والے ہیں۔ اس دو سمندروں کا ذکر دوسری جگہوں پہ بھی ملتا ہے اور قرآن کریم کے بیان کے مطابق ان دونوں سمندروں کے پانی کا مزہ مختلف ہے۔ ایک کا کڑوا، کسیلا اور زہریلا مزا اور ایک میٹھے پانی کا سمندر ہے۔ جہاں تک واقعاتی دنیا کا تعلق ہے اگر چہ یہ کہا جاتا ہے کہ ظاہری طور پر بھی یہ پیشگوئی پوری ہو چکی ہے لیکن امر واقعہ یہ ہے کہ دنیا میں کوئی میٹھے پانی کا سمندر میرے علم میں نہیں اور میرے خیال میں کسی اور انسان کے علم میں بھی نہیں۔ پانی سمندر کے کڑوے ہی ہوا کرتے ہیں۔ کچھ کم کڑوے کچھ زیادہ کڑوے اس لئے قرآن کریم نے جن دو سمندروں کا ذکر کیا ہے اس سے انسانی سمندر مراد ہیں اور تہذیبی سمندر مراد ہیں اور مذہبی سمندر مراد ہیں اور قرآن کریم نے انصاف کی نظر سے دونوں کی خوبیوں کا بھی ذکر فرما دیا۔ فرمایا کہ ایک سمندر کھارا ہے، کڑوے پانی کا ہے لیکن اس میں بھی تم موتی اسی طرح پاؤ گے جس طرح میٹھے پانی کے سمندر میں تم موتی پاتے ہو۔ وہاں بھی خوراک کے سامان ویسے ہی ہیں اور مچھلیاں بھی ہیں اور دیگر انسانی ضرورت کی مفید چیزیں ہیں جس

طرح میٹھے پانی کے سمندر میں یہ چیزیں ملتی ہیں۔ اس کے باوجود دونوں کا مزہ مختلف، دونوں کے رنگ مختلف، دونوں کے مزاج مختلف اور جو کڑواہٹ ہے ایک کھارے پانی کے سمندر کی وہ اپنی جگہ قائم رہتی ہے ایک موقع پر قرآن کے بیان کے مطابق یہ سمندر ملنے والے ہیں۔ ایسی صورت میں کیا ہوگا اور اس عظیم الشان اختلاط کے کیا نتائج ظاہر ہوں گے؟ آج میں ان سے متعلق آپ سے گفتگو کرنی چاہتا ہوں۔

میرے نزدیک یہ سمندر اسلام کا سمندر ہے جس کا لا مذہب دنیا سے یا اسلام سے مخالفت رکھنے والے مذاہب سے ایک موقع پر ٹکراؤ اور اختلاف ہونے والا ہے۔ یہ ایک ایسے وقت کے متعلق پیشگوئی ہے جہاں یہ کہنا کہ نیکی کلیۃً مسلمانوں ہی کے ہاتھ میں رہ گئی ہے اور غیر اس سے کلیۃً محروم ہو چکے ہیں غلط ہوگا۔ یہ ایک ایسے زمانے کے متعلق پیشگوئی ہے جس میں یہ خیال کر لینا کہ اسلام تو بنی نوع انسان کے لئے فوائد رکھتا ہے اور ان فوائد کے نتیجے میں بہت اچھے اچھے لوگ پیدا کر رہا ہے مگر غیر اسلامی دنیا ان اچھے لوگوں سے کلیۃً محروم ہو چکی ہے غلط ہوگا۔ ایک ایسے وقت کے متعلق یہ پیشگوئی ہے جہاں عملاً مذاہب کے ماننے والے اپنے کردار اور اپنے اخلاق کے ذریعے ایک دوسرے سے قریب تر ہو جاتے ہیں اور مذہب کے فلسفے اور بلند نظریات کا اور ان کی روزمرہ کی زندگی سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ ایسی صورت میں اعلیٰ اقدار کا کسی ایک حصے کے لئے خاص ہو جانا بعید از عقل بات ہے اور بری اقدار کا کسی ایک حصے کے لئے خاص ہو جانا بھی بعید از عقل بات ہے۔ عام انسانی قوانین پھر اس وقت کار فرما ہو جاتے ہیں اور جس طرح ہر قسم کے سمندر میں نسبتاً کم میٹھا پانی کا ہو یا نسبتاً زیادہ میٹھے پانی کا ہو ہر قسم کی مخلوقات پیدا ہوتی رہتی ہیں اور اچھے اور بُرے جانور، اچھی اور بُری چیزیں ہر جگہ پیدا ہوتی رہتی ہیں اسی طرح اس پیشگوئی کا تعلق ایک ایسے زمانے سے ہے جہاں انسان بحیثیت انسان گھاٹا پانے والا ہوگا اور میٹھے اور کھارے کا وہ فرق نہیں رہے گا جیسا کہ ہونا چاہئے۔ اس وقت یہ خیال کر لینا کہ نیکیاں کسی ایک کے حصے میں رہ گئی ہیں اور بدیاں دوسرے کے حصے میں یہ غلط ہوگا۔ ایسے موقع پر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ انتظام ہوگا کہ اسلام کا سمندر از سر نو اپنے غلبے کے لئے زور مارنا شروع کرے اور وہ وقت میرے نزدیک آج کا وقت ہے۔ ایسی صورت میں اس عظیم اختلاف کے نتیجے میں کیا کیا فوائد پیش نظر رہنے چاہئیں اور کیا کیا نقصانات اور احتمالات سامنے رہنے چاہئیں ان

سے متعلق میں آج آپ کے سامنے کچھ مزید باتیں کھول کر رکھنا چاہتا ہوں۔

جن خوبیوں یا برائیوں کا میں نے ذکر کیا ہے وہ اب بنی نوع انسان کی مشترکہ وراثت بن چکی ہے۔ اُن میں مذہبوں کی تفریق کا آپس میں دراصل کوئی تعلق نہیں رہا۔ اگر نظریاتی دنیا سے اُتر کر واقعاتی دنیا میں سچائی کی نظر سے آپ اس دنیا کا مطالعہ کریں تو آپ یہ دیکھ کر خوش ہوں یا غم محسوس کریں مگر یہ حقیقت اپنی جگہ رہے گی کہ انسان ایک دوسرے سے بالکل مشابہ ہو چکے ہیں۔ اسلامی دنیا میں بھی اسی طرح بداخلاقیاں ہیں جس طرح غیر اسلامی دنیا میں بداخلاقیاں ہیں، اسلامی دنیا میں بھی اسی طرح کرپشن ہے جس طرح غیر اسلامی دنیا میں کرپشن ہے۔ بعض صورتوں میں، بعض کرپشن یعنی بددیانتی کی شکلیں مسلمان ممالک میں زیادہ دکھائی دیتی ہیں بہ نسبت غیر مسلم ممالک کے۔ اسی طرح بعض دوسری اخلاقی برائیاں ہیں جو غیر مسلم ممالک کی نسبت اسلامی ممالک میں کم دکھائی دیتی ہیں۔ تو کچھ پہلو کسی ایک کے زیادہ خراب ہیں، کچھ پہلو کسی دوسرے کے زیادہ خراب ہیں لیکن بالعموم انسان ایک جنس بن چکا ہے۔ آج آپ یہ نہیں کہہ سکتے کہ بدھسٹ دنیا زیادہ پاک اور صاف ہے یا ہندو دنیا زیادہ پاک اور صاف ہے یا مسلمان دنیا زیادہ پاک اور صاف ہے یا عیسائی دنیا زیادہ پاک اور صاف ہے۔ سارا انسان بحیثیت مجموعی بعض برائیوں میں ملوث ہو چکا ہے اور اس کا ملوث ہونا دن بدن زیادہ خطرناک صورت اختیار کرتا چلا جاتا ہے۔ پاکستان کے حالات پر آپ نظر ڈال کر دیکھیں تو آپ کو یہ حقیقت خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کہ اس کثرت سے اگر چہ وہاں اسلام کا نام لیا گیا اور گیارہ سال اسلام کا ایسا چرچہ رہا اس شدت اور زور کے ساتھ کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس ملک کا ذرہ ذرہ مسلمان ہو چکا ہوگا لیکن اس شدت کے اصرار کے باوجود روزمرہ کی انسانی زندگی پر اسلام کا ایک ادنیٰ سا بھی اثر دکھائی نہیں دیتا۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ دوسطحوں پر کام ہو رہا ہے۔ ایک نظریاتی سطح ہے جہاں اسلام بڑی زور سے جلوہ گری دکھا رہا ہے اور ایک اخلاقی عملی سطح ہے جس پر اس نظریاتی سطح کا عکس تک بھی نہیں پڑا۔ چنانچہ جرائم اس گیارہ سالہ ضیاء الحق کے دور میں کم ہونے کی بجائے ہر دائرہ حیات میں بڑھتے چلے گئے۔ ہر زندگی کی قسم میں جرائم زیادہ شدید ہوتے چلے گئے تعداد میں بھی، یعنی کمیت کے لحاظ سے بھی اور کیفیت کے لحاظ سے بھی پہلے سے زیادہ بھیانک شکل ظاہر ہوتی چلی گئی۔ اب یہ ایک واقعاتی مشاہدہ ہے جس سے دنیا کی کوئی طاقت انکار نہیں کرسکتی۔

پس دو سمندر جن کا ذکر قرآن کریم میں کیا گیا ہے یہ دو طریق سے مل سکتے ہیں۔ اوّل یہ کہ مشرقی دنیا کے سمندر یا مشرقی مذاہب سے تعلق رکھنے والے سمندر جب مغربی دنیا اور مغربی مذاہب کے ساتھ آپس میں اختلاط کریں تو دونوں اپنی اپنی برائیاں دوسرے میں سرایت کر دیں اور ایک یہ پہلو بھی ہوسکتا ہے کہ نسبتاً جو اچھی باتیں کسی ایک سمندر کا خاصہ دکھائی دیتی ہیں وہ دوسرے سمندر میں سرایت کرنے کی کوشش کریں۔ یہ وہ مقام ہے جو نہایت ہی حساس مقام ہے اور انسانی تاریخ کے جوڑوں میں اس سے زیادہ اہم اور نازک جوڑ شاید ہی کبھی پہلے آیا ہو۔

اس مقام پر جماعت احمدیہ کو ایک کردار ادا کرنا ہے اور جماعت احمدیہ کے سپرد یہ ذمہ داری کی گئی ہے کہ جہاں جہاں اسلام کا سمندر غیر اسلامی اقدار سے ملتا ہے وہاں اسلام کا سمندر نیکیاں سرایت کرنے والا سمندر بنے اور بدیاں قبول کرنے والا سمندر نہ بنے۔ اس پہلو سے یہ دو سمندر عملاً چار سمندر دکھائی دیں گے۔ ایک تو وہ سمندر جو ظاہری دنیا میں، ظاہری صورت میں ہمیں دکھائی دیتے ہیں یعنی قوموں کے بڑے بڑے گروہ جو سمندر کی طرح عظمتیں اختیار کر چکے ہیں اور جو ہمیشہ ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے رہتے ہیں۔ ایک کی موجیں دوسرے کی طرف حملہ آور ہوتی ہیں اور دوسرے کی موجیں پہلے کی طرف حملہ آور ہوتی ہیں اور پھر بسا اوقات یہ گہرا ایک دوسرے کے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور ایک دوسرے کے حالات کو متاثر کرتے ہیں۔ ایک اور دو سمندر ہیں جو اسی آیت کی تفصیل میں تصور میں لائے جاسکتے ہیں اور وہ تصور ہیں اسلام کو سچائی کا علمبردار تصور کرتے ہوئے اسلام کی ایسی روحانی طاقت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو محض نظریاتی نہ ہو بلکہ بعض مسلمانوں کی عملی زندگی میں سرایت بھی کر چکی ہو۔ اس سمندر کا مقابلہ اس بیرونی دنیا کے سمندر سے کیا جائے جو سب کے سب اپنی مجموعی حیثیت سے اسلام کی اعلیٰ کردار کے خلاف کسی رنگ میں کوشش کر رہے ہیں۔ اس دوسرے پہلو سے میں سمجھتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے اوپر سب سے زیادہ عظیم ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ احمدی جوان سمندروں میں بس رہے ہیں جن میں سے ایک سمندر کا نام کینیڈا ہے اور ایک اور سمندر کا نام امریکہ ہے اور ایک اور سمندر چھوٹے چھوٹے سمندروں پر مشتمل ایک بڑا سمندر بننے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ یورپین ممالک ہیں۔ اسی طرح اشتراکی ممالک کے سمندر ہیں جہاں جہاں احمدیت داخل ہوتی ہے، سرایت کرتی ہے وہاں یَلۡتَقِيَٰنِ کے مناظر دکھائی دے رہے ہیں۔ وہاں

فیصلہ کن امر یہ ہوگا کہ ہم اپنی اخلاقی اور روحانی قدروں کو ان سمندروں میں سرایت کرنے والے بن رہے ہیں جن کے ساتھ ہمارے رابطے پیدا ہور ہے ہیں یا ان کی قدروں کو اپنانے والے بن رہے ہیں۔ اس صورت میں پھر قرآن کریم کی اس انتہائی منصفانہ وضاحت کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ یہ کہہ دینا باوجود اس کے کہ آپ سچے اسلام کے علمبردار ہیں یہ کہہ دینا کہ آپ صرف خوبیاں رکھتے ہیں اور بدیاں نہیں رکھتے اور غیر کلیۃً بدیوں کے علمبردار اور خوبیوں سے محروم ہیں یہ درست نہیں اور یہ سچائی کے خلاف بات ہے۔ ان قوموں نے جن میں آپ بسے ہوئے ہیں ان میں بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جو موتیوں کی طرح چمک رہی ہیں۔ ان قوموں میں جن میں آپ زندگی گزار رہے ہیں بہت سی ایسی خوبیاں ہیں جو انسانی زندگی کی بقاء کے لئے میسحوں کی حیثیت رکھتے ہیں اور قرآن کریم نے جب سمندروں کی مثال پیش کی تو دراصل ایک بہت ہی گہری بات کی ہے کیونکہ تمام کائنات کی بقاء، تمام انسانی اور حیوانی زندگی کی بقاء سمندروں پر منحصر ہے۔ ہر توانائی کا اصل سرچشمہ سمندر ہے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے نہایت گہری اور مرکزی اور بنیادی مثال آپ کے سامنے رکھی۔ تو انسانی بقاء کے لئے اس کی روحانی، اخلاقی قدروں کی بقاء کے لئے اور اس کی دنیاوی بقاء کے لئے یہ سمندر جن کو آپ کھارے پانی کے سمندر سمجھ رہے ہیں یہ بھی کچھ نہ کچھ پیش کرنے کی توفیق پاتے ہیں۔ ان کے اندر بنیادی خوبیاں ایسی موجود ہیں جو Contribute کر رہی ہیں، جو عملاً حصہ لے رہی ہیں نہ صرف انسان کی ظاہری بقاء میں بلکہ اس کی روحانی اور اخلاقی بقاء میں بھی۔ پس اس پہلو سے جماعت احمدیہ کی بنیادی ذمہ داری یہ ہے کہ Fanatics کی طرح نہیں ان مذہبی جنونیوں کی طرح نہیں جو سچائی کو اپناتے اور باقیوں کو اس سے کلیۃً محروم کرنے کے دعوے کیا کرتے ہیں بلکہ سچائی کے پرستار ہوتے ہوئے کیونکہ خدا کا نام سچائی ہے۔ اس کی عبادت کرتے ہوئے اس کے ساتھ اس طرح وابستہ ہو جائیں کہ حقیقتوں کو تسلیم کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں۔ بُرے کو بُرا دیکھنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اچھے کو اچھا دیکھنے اور تسلیم کرنے کی صلاحیت اپنے اندر پیدا کریں۔ اس پہلو سے آپ کے اندر وہ سائنسی نظام جاری ہونا چاہئے جو Valves کا نظام ہے۔ والوز سسٹم جس طرح سائنس کی ہر سطح پر مختلف صورتوں میں قدرتی طور پر بھی اور انسان کی بنائی مشینوں میں بھی کارفرما ہے اس سے آپ کو سبق سیکھنا چاہئے۔ بعض وائرل ہیں جو بعض قسم کی برقی تموجات کو یا ریڈیشن کو روک

لیتے ہیں اور بعض قسم کی برقی تموجات کو دوسرے جسم میں داخل ہونے دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک جسم سے دوسرے جسم میں حرکت کرنے والے اور سرایت کرنے والے اثرات کے اوپر بھی Valves مقرر کئے جاتے ہیں کہ دنیا میں جتنی بھی آپ برقی مشینیں دیکھ رہے ہیں یہ سارے Valves سسٹم پر کام کر رہی ہیں۔ کمپیوٹر کی دنیا ہے آج، کمپیوٹر میں بھی والوز ہیں جو کام کر رہے ہیں اگر یہ والوز نہ ہوتو کوئی دنیا کا کمپیوٹر چل ہی نہیں سکتا، اس کا تصور قائم نہیں ہوسکتا۔ پس روحانی دنیا میں بھی ایسے ہی والوز کو استعمال کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اور جہاں تک نظام زندگی کا تعلق ہے ہمیں خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام زندگی سے استفادہ کرنا چاہئے اور Valves کا نظام وہاں سے سیکھنا چاہئے۔

جب سمندروں کے ملنے کی بات ہوئی تو اس ضمن میں میرا خیال Osmotic Pressure پریشر کی طرف گیا۔ قانون قدرت جس رنگ میں کارفرما ہے اس پر سائنسدانوں نے بڑا گہرا غور کیا ہے، اس کے تجزیئے کئے ہیں اور نباتاتی زندگی ہوں یا دوسری زندگی ہر قسم کی زندگی کے انحصار اور اس کے باقی رہنے اور اس کے قائم رہنے کے معاملے میں ایک سائنس کا قانون Osmotic Pressure سب سے زیادہ بنیادی کام کر رہا ہے اور سب سے زیادہ خاموش کام کر رہا ہے۔

Osmotic Pressure سے مراد یہ ہے کہ جب دو مائع چیزیں آپس میں ملتی ہیں تو وہ مائع چیز جس کے اندر نمکیات زیادہ ہوں وہ مائع چیز اس چیز کا اثر قبول کرتی ہے جس میں نمکیات کم ہیں اور پانی جہاں نمکیات کم ہیں وہاں سے اس چیز کی طرف حرکت کرتا ہے جس میں نمکیات زیادہ ہیں۔ اب یہ بظاہر عام آدمی کے لئے عجیب سی بات نظر آتی ہے اس سے کیا فرق پڑتا ہے، اس کا زندگی سے کیا تعلق ہے؟ لیکن جب میں آپ کو تفصیل سے سمجھاؤں گا تو آپ حیران رہ جائیں گے کہ ساری دنیا میں ہر قسم کی زندگی کا انحصار اس بنیادی قانون پر ہے۔ زندگی کے خلیے ہمیشہ ہر روز ہر لمحہ اسی قانون کے تابع اپنے طبعی جوہر دکھا رہے ہیں اور ان کی بقاء کا انحصار اس قانون کے اطلاق پر ہے۔ چنانچہ اب آپ دیکھیں کہ ساری زندگی جو بھی ہو اس کا آخری انحصار نباتات پر ہے اور نباتات کی بقاء اس قانون پر ہے۔ جب ایک چھوٹا سا پودا زمین میں جڑیں داخل کرتا ہے تو اگر اس پودے کے اندر جو خلیے ہیں ان کا پانی پتلا ہو اور باہر کا پانی گاڑھا ہو تو اس قانون کے تابع خلیوں کے اندر کا پانی لازماً باہر کی طرف حرکت کرے گا اور وہ پودے سوکھ جائیں گے۔ یہ ایسا قانون ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں کی جاسکتی،

کوئی دنیا کی طاقت اس رُخ کو بدل نہیں سکتی۔اس لئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ کھارے پانی میں پودے پرورش نہیں پاتے اسی لئے آپ نے دیکھا ہوگا کہ وہ زمینیں جو کلر کہلاتی ہیں وہاں زمیندار بیچارے زور مارتے رہ جاتے ہیں لیکن کچھ پیش نہیں جاتی۔ جو بھی فصل وہاں لگائیں اگر وہ نمو بھی دکھائے بڑی خوبصورت تو دیکھتے دیکھتے مرجاتی ہے،سوکھ جاتی ہے۔وجہ یہ ہے کہ پودوں کے اندر کا پانی نسبتاً پتلا ہوتا ہے اور باہر کا کھارا پانی جس میں نمکیات زیادہ ہیں وہ زیادہ کھارا ہوتا ہے۔اس لئے قانون قدرت سے کوئی دنیا کی طاقت مقابلہ نہیں کرسکتی۔اندر کا پانی بجائے اس کے کہ باہر سے جذب کرے کسی چیز کو وہ اپنے وجود کو چھوڑ کر باہر جانا شروع کر دیتا ہے۔اب قرآن کریم کی فصاحت و بلاغت کا یہ بھی ایک کرشمہ ہے کہ جو دو مثالیں دی ہیں ان میں اسلام کی مثال ایسے میٹھے پانی سے دی ہے جس میں نمکیات کا جُز کم ہے۔اسے اثر قبول کرنے والا نہیں بنایا اثر دینے والا بنا دیا ہے۔اثر سرایت کرنے والے صلاحیت اس کے اندر رکھ دی یہ بیان فرما کر کہ ایک طرف کھارا پانی ہے اور ایک طرف میٹھا پانی ہے اور یہ ایک دن ملنے والے ہیں اور اس میں اسلام کی آخری فتح کی خوشخبری بھی عطا کر دی گئی۔

اب اسی بات کی طرف واپس لوٹتے ہوئے یعنی Osmotic Pressure کی طرف میں آپ کو بتاتا ہوں کہ جتنی بھی زندگی کی قسمیں ہیں وہ کلیۃً اس بات پر منحصر ہیں کہ زندگی کے اندر جو خلیوں سے اندر کا پانی باہر کے پانی کی نسبت گاڑھا ہوتا کہ باہر کا میٹھا پانی اندر کی طرف رُخ کر سکے اور پتلا پانی گاڑھے پانی کی طرف جائے گا۔روحانی ابتلاء میں ہم یہ کہیں گے کہ باہر کا پانی اندرونی وجود کی بقاء اور اس کے حیات کے لئے ضروری ہے۔اگر وہ نہ جائے تو وہ وجود مر جائے گا۔پس وہ سمندر جو کھارے پانی پر مشتمل ہیں اگر ان میں اسلام سرایت نہ کرے تو زندگی کی جتنی قسمیں وہاں موجود ہیں ان کے بچنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔وہ بالآخر تباہ و برباد ہو جانے والی ہیں۔

ایک پہلو سے اس مثال کا تجزیہ ہم اس طرح کر سکتے ہیں لیکن ایک اور پہلو بھی ہے جس پہلو سے جب اس مثال کا تجزیہ کرتے ہیں تو بات بالکل اور زاویہ سے دیکھی جاتی ہے اور میں اس کی طرف آپ کو اب متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔اب آپ اپنے آپ کو ایک ایسے پودے کے طور پر شمار کریں جو ماحول سے زندگی کا پانی جذب کر رہا ہے۔جب یہ پانی آپ جذب کرتے ہیں تو اگر یہ اُسی حالت میں رہے جس حالت میں اندر داخل ہوا تھا تو اس کے اندر یہ اپنی خرابیاں اس پودے میں داخل کر لے گا اور وہ پودا

پھر بھی بقاء نہیں پا سکتا، اُس کی زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی جب تک اس پانی کو تبدیل کرنے کی صلاحیت اس میں نہ ہو اور اپنے جزو بدن بنانے کی صلاحیت نہ ہو۔ یہ مثال صرف پانی پر ہی اطلاق نہیں پاتی بلکہ ٹھوس چیزوں پر بھی اطلاق پاتی ہے اس لئے اس کا Osmotic Pressure سے اس طرح تعلق نہیں کہ گویا کلیۃً اس قانون کے تابع کام کر رہی ہے اس لئے دراصل مجھے یہ کہنا چاہئے تھا کہ اب میں ایک اور مثال آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ کو سمجھانے کی خاطر کہ آپ نے یہاں کیا کرنا ہے؟ وہ مثال یوں لے لیجئے کہ زندگی جس قسم کی بھی ہو وہ اپنی ذات میں قائم نہیں رہ سکتی اس کی بقاء کے لئے ضروری ہے کہ وہ ماحول سے کچھ قوتیں جذب کرتی رہے۔

آپ لوگ جو یہاں آئے ہیں یا امریکہ، یورپ کے دوسرے ملکوں میں زندگی بسر کر رہے ہیں آپ کے لئے ناممکن ہے کہ ماحول سے زندگی کی قوتیں حاصل کئے بغیر یہاں اپنے وجود کو قائم رکھ سکیں لیکن اگر نظام حیات کا آپ مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے یہ قانون ایسا بنا رکھا ہے کہ جو چیز بھی جسم میں داخل ہوتی ہے وہ ایک نظام ہضم میں سے گزر کر داخل ہوتی ہے۔ نظام ہضم بعض چیزوں کو ردّ کر دیتا ہے بعض چیزوں کو قبول کر لیتا ہے اور جن چیزوں کو قبول کرتا ہے اُن کو پہلے اپنے جسم کا حصّہ بناتا ہے پھر وہ باقی اجزاء تک اس کا اثر پہنچنے دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو کھانے پینے کے ذریعے ہی زندگی ہلاک ہو جائے۔ اب آپ مثلاً جو کھانا روزانہ کھاتے ہیں ابھی بھی جمعے کو آئے ہیں تو بعض لوگ کھانا کھا کے آئے ہوں گے۔ وہ کھانا اگر براہ راست خون میں داخل کیا جائے تو بلا استثناء سارے آدمی مر جائیں حالانکہ وہ قوت ہے، حالانکہ توانائی کا سرچشمہ ہے لیکن آپ شوربا براہ راست بلڈ میں Transfusion کر دیں یا گوشت کے ٹکڑے یا سبزی کے ٹکڑے خون کی رگوں میں داخل کرنے کی کوشش کریں۔ وہ اگر بلاک کر کے نہ بھی ماریں تب بھی لازماً موت کا پیغام لے کے آئیں گے۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے بہت ہی باریک نظام بنایا ہے کہ جو چیزیں صحت کے لئے قابلِ قبول بھی ہیں وہ بھی براہ راست جسم کا حصہ نہیں بنا کرتیں بلکہ ایک نظام میں سے گزر کر ایک تربیت پاتی ہیں اور تربیت پانے کے بعد پھر وہ اس نظام کے اندر جذب ہونے کی صلاحیت پیدا کرتی ہیں پھر ان کو اجازت ملتی ہے کہ وہ جسم کا حصہ بنیں۔ اس کے لئے بڑے کارخانے بنے ہوئے ہیں اندر، بڑی خاموشی کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ ہڈیوں کا گودا ہے وہ اس میں کام کر رہا ہے، انتڑیاں تو بہرحال

کرتی ہی ہیں، انتڑیوں سے گزرنے کے بعد بھی جو چیز جسم میں داخل ہوتی ہے وہ براہ راست خون کا حصہ نہیں بنا کرتی وہ جگر میں سے گزرتی ہے، جگر میں فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں کیمسٹری کی، کیمیکلز کی یعنی Pharmaceutical انڈسٹری ہے کہ اتنی بڑی انڈسٹری ہے کہ ایک عام آدمی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ایک سائنٹسٹ جس نے اس انڈسٹری پر غور کیا ہے وہ بھی جانتا ہے کہ ابھی تک اس کے ہر پہلو پر وہ حاوی نہیں ہوسکا۔ بے شمار چیزیں ہیں جن میں ابھی تک سائنٹسٹ کو کوئی جواب نہیں مل سکا۔ ایک جگر ہے جس کو آپ بعض جگہ بکرا ذبح کرتے ہیں تو دو منٹ میں بھون کے کھا جاتے ہیں اور کبھی سوچا ہی نہیں کہ کیا چیز کھا گئے ہیں۔ جگر کے اندر اتنا عظیم الشان Pharmaceutical کام ہو رہا ہے یعنی کیمیات کا ایک کارخانہ نہیں بلکہ بیسیوں کارخانے قائم ہیں بلکہ سینکڑوں کہنا بھی غلط نہیں ہوگا جو کیمیا کے باریک سے باریک فرق کو ملحوظ رکھتے ہوئے انسانی ضرورت کی کیمیا کو پیدا کرتی ہیں اور باقی جس کو وہ Reject کرتی ہیں ان کو جسم سے نکالنے کا اور باہر پھینکنے کا الگ انتظام خدا تعالیٰ نے مقرر فرمایا ہوا ہے۔ تو یہ ایک جگر ہے جو اپنی جگہ کام کر رہا ہے پھر دوسرے گلینڈز (Glands) ہیں جو اسی قسم کے کام کر رہے ہیں۔ پھر خون کا گودا ہے جس کو آپ کہتے ہیں بلڈ کینسر ہو گیا کسی بیچارے کو۔ وہاں فرق یہ ہوتا ہے کہ گودے نے وہ کام کرنا چھوڑ دیا ہے یا غلط رنگ میں اس نے پروڈکشن شروع کر دی ہے۔ بجائے اس کے کہ صحت مند وجود میں انہضام شدہ انرجی کو یعنی طاقت کو بنائے وہ اس رنگ میں خام کام کرتا ہے کہ وہ توانائی جو جسم میں داخل ہوئی ہے وہ ہڈیوں کے گودے سے بھی زہر بن کر ہی نکلتی ہے۔ اس لئے خدا کے بنائے ہوئے قانون پر اگر غور کریں ہر الگ الگ قانون، Osmotic Pressure کا قانون ہے وہ ایک الگ پیغام آپ کو دے رہا ہے اور انہضام کا قانون ہے وہ ایک الگ پیغام آپ کو دے رہا ہے۔ ہر پیغام میں آپ ڈوب کر دیکھیں تو آپ کو بڑی بڑی گہری حکمتیں اس میں کارفرما دکھائی دیتی ہیں۔ تو چونکہ یہاں دو نظاموں کے ملنے کا سوال ہے اس لئے دو قانون خاص طور پر میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔

سب سے پہلے یہ کہ آپ نے لازماً ان میں سرایت کرنا ہے۔ اس پہلو سے آپ کا مزاج لطیف ہونا چاہئے۔ اگر آپ کا مزاج کثیف ہوا یہ قومیں آپ کو ردّ کر دیں گی یہ قانون قدرت ہے اور مزاج کی لطافت سے مراد یہ ہے آپ کے اندر اخلاق ایسے لطیف ہوں کہ نفرت کرنے والوں کے

اندر بھی سرایت کرنے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ جو آپ کے قریب آئے وہ مجبور ہو جائے آپ کا اثر قبول کرنے میں۔ ان معنوں میں آپ کا سمندر میٹھے پانی کا سمندر بنا رہے گا اور ان معنوں میں آپ ان قوموں میں نفوذ کرنے کی ابتدائی شرط پوری کرنے والے ہوں گے ورنہ اگر آپ صرف نظریات کو یہاں پہنچانے کی کوشش کریں اور لطیف اور پاکیزہ اخلاق کا سہارا نہ لیں تو یہ سوسائٹی ان نظریات کو ردّ کر دے گی کیونکہ ان کے نزدیک وہ کثیف ہیں۔ دنیا میں ہمیشہ نظریات کو قبول کرنا مشکل کام ہوا کرتا ہے۔ ان کو ایسے لطیف مائع صورت میں ڈھالنا پڑتا ہے جو دوسرے کے اندر جذب کرنے کی استطاعت اور صلاحیت رکھتا ہو۔ پس جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے کوئی دنیا کا سچا مذہب اخلاق کے بغیر غیر قوموں میں سرایت نہیں کر سکتا۔ اعلیٰ اخلاق ہی تھے جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی عظیم الشان کامیابی کا موجب بنے۔ قرآن کریم نے بارہا اُن عظیم الشان اخلاق کا ذکر کیا ہے اور اسلام کی غیر اسلامی طاقتوں سے جو ٹکر تھی اس میں سب سے بڑا کردار جس چیز نے ادا کیا وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اعلیٰ اور لطیف اخلاق تھے۔ وہ اخلاق چونکہ قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ایسا انجذاب کر چکے تھے۔ اس طرح مل جل گئے تھے کہ یہ ناممکن تھا وہ اخلاق تو سرایت کریں اور قرآنی تعلیم سرائیت نہ کرے۔ اس لئے جہاں جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق داخل ہوئے ہیں وہاں لازمی طور پر طبعی قانون کے طور پر قرآن کی تعلیم بھی داخل ہوئی۔ اس راز کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے خوب اچھی طرح سمجھ لیا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق کے متعلق ہمیں کچھ بتائیں تو آپ نے فرمایا **کان خلقہ القرآن** آپ کے اخلاق قرآن کریم تھے۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۸ حدیث نمبر: ۲۵۱۰۸) یعنی آپ ایک ایسا وجود تھے جہاں نظریات کا روزمرہ کی زندگی کے ساتھ کوئی تفاوت نہیں رہتا کوئی فاصلے نہیں رہتے۔ جہاں نظریات اور تعلیمات انسانی وجود کا ایک ایسا حصہ بن جاتی ہیں کہ ان دونوں کو جدا جدا نہیں کیا جا سکتا اور انسانی وجود کا اظہار اس کے اخلاق سے ہوا کرتا ہے۔ پس قرآن کریم آپ کا اخلاق بن گئے اور اخلاق میں ہی یہ صفت ہوتی ہے یہ ایک لازمی صفت اس کے اندر خدا نے رکھی ہے کہ وہ اگر لطیف ہوں تو ضرور سرائیت کرتے ہیں۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے دعاؤں کے بعد اگر کسی قوت سے کام لیا ہے جس نے مخالفانہ طاقتوں پر کامل غلبہ پالیا تو وہ اخلاق ہی کی قوت تھی۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ

الصلوٰۃ والسلام نے جو عارفانہ نظر سے اسلام کے اوّلین دور کے غلبے کا تجزیہ فرمایا وہاں سب سے پہلے دُعا کو رکھا اور پھر اخلاق کو اور بار بار اس بات پر زور دیا کہ اگر تم اخلاق فاضلہ سے کام نہیں لو گے تو تم دنیا میں کبھی بھی پنپ نہیں سکتے کجا یہ کہ دوسروں پر غالب آ جاؤ۔

پس پہلی بات اخلاق پر زور دینے کی ہے جو میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں۔ یہ وہ لطیف پانی ہے۔ دوبارہ میں اُس پہلی اصطلاح کی طرف واپس لے جاتے ہوئے آپ کو بتاتا ہوں۔ یہ وہ لطیف پانی ہے جس نے لازماً کثیف پانی میں سرایت کرتا ہے لیکن اگر اس لطیف پانی میں آپ کی بدخلقیاں شامل ہو جائیں اور بدکرداریاں شامل ہو جائیں اور بد معاملگیاں شامل ہو جائیں تو ہوسکتا ہے کہ آپ کا اندرونی پانی اتنا گاڑھا ہو جائے کہ بجائے اس کے کہ غیروں میں سرایت کرے اُن کی بدیوں والا پانی آپ کے اندر سرایت کرنا شروع ہو جائے اور وہی سلوک ہو آپ کے ساتھ جیسے کلر شور میں ایک پودا لگایا جاتا ہے اور بجائے اس کے کہ وہ باہر سے پانی کھینچے وہ اپنا پانی بھی کلر شور کے سیال کو دے دیتا ہے اور خود زندگی سے محروم ہو جایا کرتا ہے۔

یہ وہ سب سے بڑا خطرہ ہے جو میں مغربی دنیا کے سفر میں ہمیشہ محسوس کرتا ہوں۔ پس آپ کا ایک پہلو سے یہ فرض ہے کہ اپنے اخلاق کی حفاظت کریں اور لطیف وجود کے طور پر ان قوموں کے سامنے ظاہر ہوں جن کی مہک، جن کی خوشبو، جن کی پاکیزگی سرایت کئے بغیر رہ نہ سکے اور اس کے ساتھ ساتھ ہی آپ کے نظریات بھی ان لوگوں میں نفوذ پانے لگیں اور سرایت کرنے لگیں اور یہی وہ طریق ہے جس کے ذریعے دراصل روحانی قومیں غالب آیا کرتی ہیں۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ ان سے جو کچھ آپ نے لینا ہے کیونکہ آپ نے اپنی بقا کے لئے لازماً ان سے کچھ لینا ہے۔ سب سے پہلے تو Selective ہوں اور اچھی چیزیں لیں۔ جس طرح جب ایک آدمی کو بھوک لگتی ہے تو غیروں کا محتاج ہوتا ہے اور ہر وہ چیز جس سے وہ توانائی حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے وہ اس کے جسم کے لئے ایک غیر ہے۔ میٹھا ہو یا نمک ہو یا سبزی ہو یا گوشت ہو یا مچھلی ہو، انڈا ہو جو کچھ بھی ہو وہ جسم کے لئے غیر ہے یہ یاد رکھیئے اور اس کا غیر ہونا اس بات سے ثابت ہے کہ اگر وہ براہ راست جسم میں داخل ہو تو جسم کی ہلاکت کا موجب بن جائے گا۔ پس اُس غیر کو اپنا بنا کر اپنے اندر داخل کریں۔ اُن کے اندر سے وہ چیزیں لیں جو نسبتاً اچھی ہوں پہلے اُن چیزوں کو چنیں پھر اُن کو مزید اسلامی بنائیں۔ اپنے

اسلامی تصورات کے مطابق ان کو ڈھالیں اور ان کی تربیت کریں اور پھر ان کا انہضام کریں۔ یہ نظام ہمیں بعض دوسری قوموں میں بھی نظر آتا ہے جو اب مزاجًا اور عادتًا اور روایۃً یہ سلوک کرتی ہیں باہر سے آنے والے نظریات سے۔ جاپان اُن میں سے ایک ہے۔ جاپان میں جو بھی مذہب جائے یا جو بھی طرز زندگی جائے وہ اس کو پہلے جپنائز (Japanize) کرتے ہیں اور پھر اس کو قبول کرتے ہیں۔ آج وہاں عیسائیت کی جو شکلیں ملتی ہیں وہ بھی جپنائیزڈ (Japanized) عیسائیت کی شکلیں ملتی ہیں۔ اس لئے بجائے اس کے کہ یہ لوگ اسلام کو ویسٹرنائیز (Westernize) کرلیں آپ کا فرض ہے کہ ان کی خوبیوں کو اپنائیں اور ان کو اسلامائیز (Islamize) کرلیں۔ ان کے نظام میں جو اچھی چیزیں ہیں ان کو اپنے لئے ذریعہ حیات بنائیں، ذریعہ تقویت بنائیں۔ وہ Selective ہوں، احتیاط کے ساتھ، چناؤ کرتے ہوئے اُن کی اچھی باتوں کو اپنائیں اور ہضم کرنے سے پہلے اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھال کر اُن کو صاف ستھرا کر کے اپنے وجود کا پاکیزہ حصہ بناتے ہوئے ان کو ہضم کریں۔ یہ وہ دوسرا پہلو ہے جس کی طرف مغربی ملکوں میں بسنے والی جماعتیں جو ہیں ان کو ہمیشہ پیش نظر رکھنا چاہئے۔ اس کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ جب ہم یہ مثالیں دیتے ہیں تو یہ مراد نہیں ہوا کرتی کہ ظاہری طور پر ہر مثال کا ہر پہلو صورتحال پر اطلاق پا جائے۔ واقعۃً مثالوں میں سے بعض حصے چسپاں ہوتے ہیں اور بعض حصے چسپاں نہیں ہوا کرتے۔ اس لئے بعض دفعہ مضمون بدل بدل کر ایک چیز سمجھانی پڑتی ہے۔ ایک دوسرا پہلو جس کی طرف میں متوجہ کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ جب آپ اخلاقی قدروں کو نہیں صرف بلکہ ان کے افراد کو اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کریں گے تو اُس وقت بھی یہی اصول کارفرما ہونا چاہئے۔ جب مغربی قوموں سے لوگ آپ کے اندر داخل ہوتے ہیں تو اُن کو Islamize کرنا بہت ضروری ہے۔ اگر آپ ایسا نہیں کریں گے تو پھر یہ اپنے اثرات آپ کے اندر داخل کر کے آپ کو کھینچ کر اپنا وجود بنالیں گے کیونکہ جب وسیع پیمانے پر اختلاط ہوگا تو لازمًا یہ جدوجہد اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ہے۔ یا آپ ان کے ہو جائیں گے یا یہ آپ کے ہو جائیں گے۔ بظاہر یہ مسلمان بھی ہو رہے ہوں گے لیکن اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ اس طرح مسلمان ہوں کہ ان کی نا قابل قبول قدروں کو آپ نے صاف اور ستھرا نہ کیا ہو اور وہ قدریں آپ کے وجود میں داخل ہو جائیں اور اس وجود کا حصہ بن جائیں۔ یہ وہ

خطرہ ہے جس کی طرف سورہ نصر ہمیں توجہ دلاتی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۧ (النصر: ۲-۴) کہ دیکھو ایک ایسا وقت آنے والا ہے جب کہ قومیں وسیع تعداد میں اسلام میں داخل ہوں گی اور جب وہ داخل ہوں گی تو یاد رکھنا کہ تمہارے لئے ضروری ہے کہ تم ان کو اپنے وجود کا حصہ بناؤ۔ اگر تم نے ان کو اپنے وجود کا حصہ نہ بنایا تو خطرات لاحق ہوں گے اور اس کے لئے ہم تمہیں تسبیح اور استغفار کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ تسبیح اور استغفار یہ دو باتیں ہیں جن کی طرف خصوصیت سے اس موقع پر توجہ دلائی گئی۔ تسبیح میں انسان خدا تعالیٰ کو سب برائیوں سے پاک سمجھتا ہے اور حمد کی طرف بھی توجہ دلائی گئی۔ ظاہر ہے فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ۭ تسبیح کے ذریعے انسان اللہ تعالیٰ کو سب برائیوں سے پاک قرار دیتا ہے۔ قرار دینے کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ اگر وہ فتویٰ دے تو نعوذ باللہ خدا تعالیٰ پاک نہیں ہوگا۔ مراد یہ ہے کہ اپنی نظر وسیع کرتا چلا جاتا ہے اور خدا کا عرفان بڑھتا چلا جاتا ہے اور رفتہ رفتہ اس کی سوچ کا رُخ ہمیشہ اس طرف رہتا ہے کہ جوں جوں اس کا مطالعہ وسیع ہو وہ یہ دیکھتا چلا جاتا ہے کہ ہر دوسری چیز برائیوں والی ہے۔ اس میں کوئی نہ کوئی برائی موجود ہے لیکن خدا کی ذات ہر برائی سے پاک ہے۔ پس برائیوں کا شعور جہاں بڑھتا ہے وہاں خدا کے تقدس کا شعور بھی ساتھ ساتھ بڑھتا چلا جاتا ہے۔ دوسرا فرمایا بِحَمْدِ رَبِّكَ کہ اپنے رب کی حمد کا تصور بھی ساتھ باندھ لو۔ جہاں تسبیح کا تصور باندھتے ہو وہاں یہ بھی سوچو کہ وہ ساری خوبیوں کا مالک ہے اور جتنی تمہاری نظر وسیع ہوتی چلی جائے گی۔ ساری کائنات پر نظر ڈال کر دیکھ لو کوئی خوبی تمہیں ایسی دکھائی نہیں دے گی جس کا اصل منبع اور مرجع دونوں لحاظ سے خدا ہی ہے۔ آغاز بھی وہی ہے اور انجام بھی وہی ہے۔ یہ وہ دو چیزیں ہیں جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے آنے والی قوموں کا استقبال کرو، یہ ہے تعلیم۔ مطلب یہ ہے کہ جب تم اس بات کا پوری طرح شعور حاصل کر لو گے کہ خدا برائیوں سے پاک ہے اور تم خدا کی طرف بُلا رہے ہو تو لازماً تمہیں آنے والوں کو برائیوں سے پاک کرنا چاہئے اور اگر تم نے خود اپنے آپ کو برائیوں سے پاک نہیں کیا تو تم خدا کی طرف بلانے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ایک طرف یہ کہتے ہو کہ اے خدا تو ہر برائی سے پاک ہے اور ہم تیرے نام پر تیری طرف دنیا کو بلاتے ہیں۔ دوسری طرف خود

نہ اپنے وجود کو برائیوں سے پاک کر رہے ہو نہ آنے والوں کو برائیوں سے پاک کر رہے ہو تو تمہارا داعی الی اللہ بننے کا حق ہی نہیں رہتا۔ پھر اگر تمہاری حالت وہی رہتی ہے اور تم اپنے اندر مزید خوبیاں پیدا نہیں کرتے اس خیال سے کہ جس سے دوستی باندھی ہے یعنی خدا کی ذات وہ تو تمام خوبیوں سے مرصع ہے اس لئے اگر اس کے قریب ہونا ہے تو کچھ اس جیسا بننے کی کوشش کرنی چاہئے اور جب اپنی ذات میں تم یہ شعور بیدار کرلو گے اور باشعور طور پر اس کی کوشش کرو گے تو ہر آنے والے کے لئے بھی تمہیں اسی پہلو سے فکر کرنا ہوگا، غور کرنا ہوگا اور اُن کو خوبیاں عطا کرنے کے لئے بھی ضرور کوشش کرنی ہوگی۔ اس کے بعد فرمایا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ان باتوں کے باوجود تم سے کمزوریاں رہ جائیں گی کیونکہ یہ جو ہے یعنی یہ بنیادی دعویٰ کہ خدا کے سوا ہر شخص کمزور ہے، داغدار ہے، اور ہر چیز برائیوں والی ہے یہ تم پر بھی تو اطلاق پاتا ہے۔ تمہاری کوئی کوشش بھی غلطیوں سے پاک نہیں ہوسکتی۔ اس لئے جب تمہاری کوششیں غلطیوں سے پاک نہیں ہوسکتیں تو ہوسکتا ہے اس کے بداثرات آنے والی قوموں پر مترتب ہوں۔ پس ضروری ہے کہ تم خدا سے دعا اور استغفار کے ذریعے مدد مانگو اور اللہ تعالیٰ سے یہ عرض کرتے رہو کہ اے خدا! ہم نے اپنی طرف سے پوری کوشش کرلی لیکن ہم جانتے ہیں کہ ہم کمزور ہیں خود۔ جب ہم نے اقرار کرلیا کہ تیرے سوا کوئی پاک نہیں تو ہم بھی تو پاک نہیں۔ اس لئے ہماری کوششوں سے پاکی کسی کو عطا ہو جائے یہ ممکن نہیں ہے جب تک تیری مدد شامل حال نہ ہو۔ پس استغفار کا مضمون اپنی غلطیوں سے بخشش مانگنا ہی نہیں بلکہ کمزوریوں کو ڈھانپنا ہے۔ ہماری برائیاں چھپ جائیں اور دوسروں پر اثر انداز نہ ہوں اور اُن کو داغدار نہ کریں۔ یہ وہ طریق ہے جس پر ہمیں مغرب میں زندہ رہنا ہے۔ اگر ہم نے اس طریق کو اختیار نہ کیا تو دو سمندر جو یہ مل رہے ہیں انہوں نے قانون قدرت کے مطابق جو باتیں میں نے بیان کی ہیں اُن پر ضرور عمل پیرا ہونا ہے۔ اگر آپ سرایت کرنے والے نہ بنیں تو یہ آپ میں سرایت کر جائیں گی۔ اگر آپ نے ان کے اندر تبدیلی پیدا کرنے کی صلاحیت پیدا نہ کی تو یہ لازماً آپ کو تبدیل کرلیں گے۔

آج صبح ایک پریس انٹرویو میں مجھ سے یہی سوال کیا گیا تھا۔ ایک پریس کے نمائندے نے کہا آپ جن قوموں میں آ کے بسے ہیں آپ کو معلوم ہے کہ اس کے کیا نتائج ہیں اور کیا کیا خدشات ہیں؟ کیا آپ اس طرح جماعت کو یہاں رہنے کی تلقین کریں گے کہ وہ اپنے اصولوں کا سودا کرلیں

اور ان قوموں میں جذب ہو جائیں اور اگر نہیں تو پھر آپ یہاں کیسے زندہ رہیں گے؟ میں نے مختصراً اس کو یہی جواب دیا کہ ہمارا زندہ رہنے کا فارمولا یہ ہے کہ ہم نے ہرگز اصولوں پر سودا نہیں کرنا۔ تمہاری خوبیاں اپنانے کی کوشش کرنی ہے اور اپنی خوبیاں تمہیں دینی ہیں تا کہ ہم دونوں کے لئے آپس میں ملنے کا ایک مقام پیدا ہو جائے ، جہاں ایک دوسرے کے ساتھ، مفاہمت کے ساتھ ہم اکٹھے ہو سکیں۔ پس ضروری نہیں ہوا کرتا کہ اصولوں کے سودے کے ذریعے ایک قوم دوسرے میں جذب ہو بلکہ اعلیٰ اصولوں کی حفاظت کرتے ہوئے بھی ایک ایسا فارمولا طے کیا جا سکتا ہے، ایسا افہام وتفہیم کا ایک باہمی معاملہ طے کیا جا سکتا ہے کہ جس کے ذریعے ہم دونوں اکٹھے بھی ہوں اور بعض پہلوؤں سے جدا جدا بھی ہوں۔ پس اس کا سوال اتفاقی تھا، اس سے پہلے میرے ذہن میں یہی مضمون تھا جو میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔ میں آپ کو اب سمجھانا چاہتا ہوں کہ بہت ہی بنیادی اور اہم بات ہے، آپ نئی صدی میں داخل ہوئے ہیں بہت سے ایسے نئے گھرانے یہاں آ کے آباد ہوئے ہیں جن کا پس منظر مشرقی ہے اور مشرقی پس منظر لازماً اسلامی نہیں ہے یہ بھی یاد رکھیئے۔ جو خطرات ہیں وہ یہ ہیں کہ آپ مشرقی پس منظر کی برائیوں کو لے کر یہاں آئیں اور یہ اس کو اسلامی پس منظر سمجھتے رہیں اور اسلام کے خلاف ردّعمل دکھائیں اس لئے بہت ہی نازک معاملہ ہے اور پھر یہ بھی خطرہ ہے کہ اس مشرقی پس منظر کی بعض روایات ادنیٰ ہوں اور زندہ رہنے کی صلاحیت نہ رکھتی ہوں اور خود آپ اس بارے میں ابہام کا شکار ہو چکے ہوں۔ آپ کو یہ نہ پتا ہو کہ یہ اسلام نہیں ہے بلکہ بعض مشرقی قدریں ہیں اور ان کی مقابلۃً اعلیٰ قدروں سے آپ شکست کھا کر ایک احساس کمتری میں مبتلا ہو جائیں، یہ بھی ایک بڑا حقیقی خطرہ ہے۔ اس لئے بہت ہی اہم بات یہ ہے کہ اسلام کو الگ رکھیں، مشرقی روایات اور مشرقی قدروں کو الگ رکھیں۔ اسلام کے اخلاق سے مزّین ہوں کیونکہ ان میں عالمی ہونے کی صلاحیت موجود ہے۔ اپنے میل جول، اپنے طریق کار میں لطافت پیدا کریں۔ ایسی لطافت جو دوسروں پر لازماً اثر انداز ہو جائے۔ اس سے Penetration کی طاقت ہے اور Penetration کے ذریعے آپ اُن کو اپنی طرف مائل کر سکتے ہیں اور جب آپ مائل کرتے ہیں تو پھر ان کی اصلاح کی کوشش شروع کر دیں، ان کو اسلام کی اعلیٰ قدریں سکھانی شروع کر دیں اور کوشش کریں کہ ان کی بدیوں سے متاثر نہ ہوں لیکن بدیوں سے اگر آپ نے متاثر نہیں

ہونا تو لازم ہے کہ ان کی خوبیوں کا بھی اعتراف کریں ورنہ آپ کو یہ لوگ متعصب اور جاہل اور اندھے سمجھیں گے۔ بہت سی باتوں میں جیسا کہ قرآن کریم نے متوجہ فرمایا ہے کھارے پانی کے سمندر میں بھی فائدے کی چیزیں ہیں، یہاں بھی مچھلیاں ہیں، یہاں بھی خوراک کے اعلیٰ سے اعلیٰ سامان موجود ہیں، یہاں بھی موتی ہیں مثلاً سچائی کا جہاں تک تعلق ہے اس میں کوئی بھی شک نہیں کہ آج اکثر مسلمان ممالک کی نسبت روزمرہ کی زندگی میں عیسائی ممالک میں زیادہ سچائی دکھائی دے رہی ہے۔ یہ اعتراف کتنا کڑوا کیوں نہ محسوس ہو۔ ہوسکتا ہے کوئی مسلمان سن کر اتنا مغلوب الغضب ہو جائے کہ وہ کہے کہ جس شخص نے یہ کہا اس کو قتل کر دینا چاہئے، بڑی سخت اسلام کی ہتک کی ہے۔ اسلام کی ہتک سچائی کی ہتک سے اور جھوٹ کی عزت افزائی سے ہوتی ہے۔ پس یہ ایک حقیقت ہے اسے ہر احمدی کو تسلیم کرنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ کرنا چاہئے۔ اس کی جرأت پیدا کرنی چاہئے، حوصلہ پیدا کرنا چاہئے لیکن اس کے ساتھ ہی اس احساس سے غافل نہیں ہونا چاہئے کہ تمام سچائیوں کا سرچشمہ اسلام ہے۔ مسلمان اسلام نہیں ہے۔ آج کا مسلمان یقیناً اسلام نہیں ہے۔ اگر کوئی اسلام تھا تو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ یعنی زندگی کی شکل میں انسانی صورت میں اگر کوئی اسلام کا مجسمہ تھا تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ تھے یا وہ صحابہ تھے جن کو آپ نے پیدا فرمایا۔ پس اسلام اگر کبھی شخصیتوں میں ڈھل سکتا ہے تو اس وقت ڈھلا تھا جو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کا زمانہ تھا اور قرون اُولیٰ کا زمانہ تھا۔ یعنی پہلی پہلی صدیوں کا زمانہ تھا جس میں ابھی اسلام کی سچائی مسلمانوں کے وجود کا حصہ بنی ہوئی تھی۔ اب صورتحال بدل چکی ہے اس لئے اسلام پر حرف نہیں ہے بلکہ اُن بدنصیبوں پر حرف ہے جنہوں نے اسلام کو سچائی کے طور پر قبول کرتے ہوئے بھی جھوٹ کے ساتھ رابطے بڑھا دیئے۔ تو صرف ایک نہیں اور بھی بہت سی خوبیاں ہیں ان ملکوں میں۔ روزمرہ کی زندگی میں ایفائے وعدہ یہاں بہت زیادہ پایا جاتا ہے، روزمرہ کی زندگی میں حسن ظن یہاں پایا جاتا ہے، بے وجہ تجسس نہیں پایا جاتا، بے وجہ بدظنیاں نہیں پائی جاتیں، بے وجہ چھوٹی چھوٹی باتوں کو بڑھا کر لڑائی جھگڑے کرنا یہاں عموماً مفقود ہے۔ بعض علاقوں میں بعض صورتوں میں پایا جاتا ہے۔ تو یہ خوبیاں بھی یہاں ہیں۔ اس کے مقابل پر بڑی بڑی خطرناک بدیاں بھی ہیں تو آپ کو Selective ہونا پڑے گا۔ سچائی کے ساتھ جُڑے رہیں گے تو آپ ان کی خوبیاں قبول کریں گے لیکن احساس کمتری کا شکار نہیں

ہوں گے۔ ان کی خوبیاں اس اصول کے تابع آپ قبول کریں گے کہ **الحکمۃ ضالۃ المومن** (الترمذی کتاب العلم حدیث نمبر ۲۶۱۱)۔ کہ حکمت کی چیز مومن کی گمشدہ اونٹنی اور گمشدہ چیز کی طرح ہی ہے۔ وہ دراصل اس کی ملکیت تھی۔ پس ہر سچائی کا منبع اگر اسلام ہے تو جو سچائیاں یہاں بکھری پڑی ہیں آپ ان سے کیسے نفرت کر سکتے ہیں۔ وہ اسلام ہی کی سچائیاں ہیں۔ انہیں آپ کو اپنانا پڑے گا اور جو سچے ہیں ان سے اس سچائی کے مطابق کسی حد تک پیار کرنا پڑے گا۔ ان کی خوبیوں کا اعتراف کرنا ہوگا اور اس ذریعے سے وہ آپ کے اندر زیادہ دلچسپی لیں گے کیونکہ سب سے بڑی طاقت اثر انداز کرنے والی سچائی ہوا کرتی ہے۔ اگر احمدیوں میں یہ قومیں سچے لوگوں کو دیکھیں، وہ دیکھیں کہ یہ اچھی بات کا اعتراف کرنے والے ہیں، بُری باتوں کو ردّ کرنے والے ہیں اور جو حقیقت جیسی بھی ہے خواہ ان کے لحاظ سے وہ کڑوی ہو یا میٹھی ہو یہ اس حقیقت کو قبول کرنے کی صلاحیت اور جرأت رکھتے ہیں تو لازماً یہ قومیں آپ کی طرف عظمت و احترام سے دیکھنے لگیں گی اور آپ کے نظریے میں دلچسپی لینے لگیں گی۔

تو اس پہلو سے آپ کا روحانی طور پر نفوذ کرنا اور پھیلنا ضروری ہے۔ بچوں کے ذریعے آپ ضرور پھیلیں کوئی اس سے منع نہیں کرتا بلکہ میں تو تحریک کر رہا ہوں کہ وقف نو کی خاطر بھی بچے پیدا کریں لیکن بچوں کے ذریعے پھیلنا کافی نہیں ہے۔ میں جب یہاں آیا تو میں نے بعض لوگوں سے اندازے پوچھے کہ کتنے احمدی ہیں تو اکثر نے جو جواب دیا اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ اس وقت تو زیادہ نہیں لیکن آپ دیکھیں گے کہ تین سال کے عرصے میں انشاء اللہ کافی ہو چکے ہوں گے۔ جب میں نے پتا کیا کہ کس طرح کافی ہو چکیں گے تو پتا لگا پیدائش کے ذریعے سے لیکن کسی نے یہ نہیں کہا کہ روحانی ذریعے سے اسلام کی خوبیوں کے نفوذ کے ذریعے سے، اپنے اعلیٰ اور لطیف اخلاق کے نفوذ کے ذریعے سے ہم لازماً بڑھنے والے ہیں اور کوئی دنیا کی طاقت ہمیں روک نہیں سکتی۔ کسی نے یہ جواب نہیں دیا۔ اُس سے مجھے فکر پیدا ہوئی، اسی سے میرا ذہن اس خطبے کی طرف مائل ہوا کہ آپ کو یہ سمجھانے کی ضرورت ہے کہ آپ کی جسمانی پیدائش تعداد میں برکت تو دے سکتی ہے مگر آپ کے نظریے کی حفاظت کا کوئی سامان نہیں کر سکتی اگر اس سے زیادہ تیز رفتاری کے ساتھ آپ روحانی طور پر بڑھنا نہ سیکھیں۔ یہ قومیں اگر آپ پر غالب نہیں آئیں گی تو آپ کی نسلوں پر غالب آجائیں گی اگر

آپ نے ان پر غالب آنا نہ سیکھا۔ یعنی روحانی اور اخلاقی لحاظ سے۔ اس راز کو آپ کو سمجھنا چاہئے یہ زندگی کا راز ہے۔ میں زیادہ وقت لے کر آپ کو سمجھا رہا ہوں آپ میں سے شائد بعض کو نیند بھی آ رہی ہو مگر میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بہت گہری بات ہے آپ کے لئے زندگی اور موت کا سوال ہے یہ۔ اس راز کو سمجھیں یہ زندگی کا سر چشمہ ہے۔ آپ کو روحانی طور پر اور اخلاقی طور پر صاحب نفوذ بننا ہوگا یہ صلاحیتیں پیدا کرنی ہوں گی کہ ان سوسائٹیوں میں سرایت کر جائیں اور پھر انہی دھاگوں کے ذریعے جو اخلاق کے دھاگے ہیں ان کو کھینچ کر اسلام میں داخل کرنا ہوگا اور داخل کرتے وقت ان کی نوک پلک درست کرنے ہوں گے، ان کی صفائی کرنی ہو گی جس طرح آپ فیکٹریوں میں رامیٹریل (Raw Material) کی خام مال کی صفائیاں کی جاتی ہیں پھر کارخانوں میں داخل کیا جاتا ہے، جس طرح نظام انہضام میں باہر سے لی گئی خوراک کی صفائی کرنی پڑتی ہے اس کو لطیف اور باریک بنانا پڑتا ہے اس طریق پر آپ ان کو لیں۔ پس ان کو لینے کا ان کو کھینچنے کا اصل، آخری گُر آپ کے لطیف اعلیٰ قدروں والے اخلاق ہیں جو اسلام کے بنیادی اصولوں پر قائم ہوں اور اسلام کی تعلیمات گویا آپ کی ذات بن جائیں، آپ کا وجود بن چکی ہوں اور آپ کے خلق اور آپ کے اسلام میں کوئی فرق نہ رہے۔ اس پہلو سے جس پہلو سے آنحضرت ﷺ ایک زندہ قرآن تھے آپ اپنے اخلاق کی ڈوریاں ان میں پھینکیں۔ اخلاق کی ڈوریاں لطیف ہوا کرتی ہیں۔ اخلاق کی ڈوریاں بڑی نازک ہوا کرتی ہیں بعض دفعہ دکھائی نہیں دیتیں لیکن ان میں طاقت بڑی ہوا کرتی ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے

ع کچے دھاگے سے چلی آئے گی سرکار بندھی

وہ کچا دھاگہ کیا ہے؟ وہ جذبۂ عشق اور جذبہ خلق ہے۔ دیکھنے میں کچا دھاگہ ہے مگر بڑی بڑی طاقتوں کو بھی اپنی طرف کھینچ لیا کرتا ہے۔ پس آپ کے اخلاق کی باریک اور نازک ڈوریاں ہیں جنہوں نے ان قوموں کو باندھنا ہے اور باندھ کر سچائی اور خدا اور خدا کے رسول کے قدموں میں لا ڈالنا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی طاقت آپ کے پاس نہیں ہے۔ جہاں تک ظاہری مضبوط زنجیروں کا تعلق ہے، جہاں تک ظاہری مضبوط بندھنوں کا تعلق ہے وہ ان قوموں کے پاس ہے اور آپ کے پاس کچھ نہیں ہے۔ پس اخلاق کے نازک اور لطیف دھاگوں کے ذریعے، اخلاق کی ڈوریاں پھینک کر، اخلاق کی کمندیں ڈال کر ان قوموں پر قبضہ کریں ورنہ یہ قومیں آپ پر قبضہ کر لیں گی اور آپ کی نہیں تو آپ کی اگلی نسلوں کی اور اگلی نسلوں کی حفاظت اور بقاء کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔